

از حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ

دارالعلوم حقانیہ میں کی گئی تقریر

نئے حالات

نئے تقاضے

علماء کی ذمہ داریاں

قانون سازی

کا حق کسے حاصل ہے ؟

۱۹ اگست ۱۹۷۹ء کو تعطیل کر کے دوران حضرت علامہ مولانا شمس الحق افغانی مدظلہ طلباء دارالعلوم کو اپنی زیارت اور فیوضات سے مشرف فرمانے دارالعلوم حقانیہ تشریف لائے۔ دوسرے دن صبح دارالحدیث میں طلباء و اساتذہ کے ایک بڑے مجمع سے موجود حالات اور تقاضوں کی روشنی میں حکمت و مصلحت سے بریز خطاب فرمایا۔ اس سے قبل حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے مولانا کے جامع کمالات شخصیت کو خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا کہ "مولانا کی شخصیت اس دور میں علوم عقلیہ و نقلیہ احادیث، تفاسیر اور زمانہ کے مسائل و حوادث پر گہری نگاہ رکھ کر محاط سے بے بدل ہے۔ یہ جامعیت ان پر اللہ کا خاص احسان ہے۔ دارالعلوم کے ساتھ ابتداء سے تاسیس سے حضرت کا جو خصوصی تعلق اور ربط ہے۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ اس شدید گرمی میں اور بیماری میں کہ ڈاکٹروں نے تمام تحریری و تقریری مشاغل سے منع کیا ہے۔ حضرت نے دارالعلوم آسنے اور یہاں طلباء کو اپنے علوم و معارف سے مستفید فرمانے کی زحمت اٹھائی۔ حق تعالیٰ ان کے درجات مزید بلند فرمائے اور اہل علم اور مسلمانوں کو ان کے فیوضات سے سیرابی کا تادیب موقعہ بخشے۔ دوسرے دن شام تک حضرت علامہ کی دارالعلوم کے اساتذہ و علماء سے بابرکت مجالس رہیں اور شام کو اپنے دولت خانہ ترنگہ © rasailojanaid.com میں موقعہ پر کی گئی تقریر یہاں

دی جا رہی ہے۔ (ادارہ)

خطبہ مسنونہ کے بعد۔۔۔ ان المحکم الا للہ امران لا تعبدوا الا ایاہ ذلک الدین

العیقہ و لکن اکثر الناس لا یعلمون۔

دارالعلوم حقانیہ کے شیخ الحدیث بانی و ہتھم حضرت مولانا عبدالحق صاحب نے میرے بارہ میں جس نیک گمان کا اظہار کیا تو وہ چونکہ محبتم تواضع و خاکساری ہیں۔ ہر دوسری ہستی پر بڑا گمان اور اپنے آپ پر کم گمان ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر یہ سب کچھ فرمایا۔ باقی اندرونی کمالات کے علاوہ ان کی اپنی حقیقت کیا ہے؟ تو صرف اس سے اندازہ لگائیے کہ اس کا شرہ آپ سب کے سامنے بالکل عیاں شکل میں موجود ہے۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علم اور تقویٰ کا نام کیوں زندہ ہے۔ سب حضرات اکابر اپنے اپنے درجہ میں کمال رکھتے ہیں۔ مگر مولانا محمد قاسمؒ کا خیر اور فیض سب پر بھاری اور زیادہ ہوا ایسا مدرسہ قائم ہوا جس کا فیض سارے عالم میں پھیلتا چلا جا رہا ہے۔

حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات سب پر کیوں زیادہ ہیں؟ حضرت نے ایک ایسی امت تیار فرمائی جو قیامت تک من حیث المجموع گمراہ نہیں ہوگی۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سو برس نہیں گزرے تھے کہ امت نے ایک خدا سے تین بنادئے۔ تو اس بنیادی قاعدہ کے تحت اللہ تعالیٰ نے اس سنگلاخ خطہ مولانا کے ہاتھ سے ایک ایسا ادارہ قائم فرمایا۔ اہل ان کے اخلاص ان کے علم اور تقویٰ ثمرات ہیں۔ جس کا خدا نے مشاہدہ کرا دیا کہ ان کے باطن میں جو بھی تھا۔ اللہ نے اسے ظاہر بھی فرمایا۔

آیت جو پڑھی گئی، سورہ یوسف کی ہے۔ مکی سورت ہے۔ آج کل سیاست کا چرچہ ہے۔ سیاست کے عملی قوانین اکثر مدنی سورتوں میں ہیں، لیکن سیاست کے بعض اہم اصول مکی سورتوں میں ہیں کہ من جملہ ان کے یہ آیت بھی ہے۔ حضرت یوسف کے زمانہ سے اعلان ہوتا ہے۔ کہ فرعونیت اور شان و شوکت کا دور دورہ تھا۔

— تو ایک انسان حکمران کی حاکمیت کے توڑ اور اس کے مقابلہ کے لئے یہ اعلان فرما دیا گیا۔ کہ حکومت صرف اللہ کی ہے۔ اور اس میں درس کا پہلو زیادہ ہے۔ اور کچھ باتیں بالترتیب بیان کی گئیں۔

ادل۔۔۔ تعین کہ قانون کا سرچشمہ اللہ کی ذات ہے۔ یا انسان کی کھوپڑی یا کوئی جماعت۔؟

تین احتمال ہو سکتے ہیں۔ قانون کو عربی میں حکم کہتے ہیں۔ قانون کا سرچشمہ اس کے بنانے کا اختیار اللہ کو حاصل ہے۔ یا انسانوں کو اگر انسان کو ہے اور ایک ہی فرد کو تو اس سے شہنشاہیت آئی۔ یا کئی انسانوں کو ہے۔ اور اکثریت پر فیصلہ ہے۔ تو اس سے اس کے دو یا تین چیزیں ہوتیں۔ ۱۔ حاکمیت الہیہ

۲. حاکمیت انسانہ فردیہ - ۳. حاکمیت انسانہ جمہوریہ یا شہدائے یا سما عتیہ۔

اب دنیا کی کیا صورت حال ہے۔ تو اس کے سچے یہ بات سمجھنے کہ بعض عمارتیں مرمت چاہتی ہیں۔ اور بعض کو بیخ دین سے اکھاڑنا ضروری ہے۔ اور ہمارا موجودہ نظام زندگی قابل مرمت نہیں کہ کچھ تو فرنگی کا قانون ہو اور کچھ خدا کا۔ ساری عمارت خستہ سرے سے بناؤ گے تب کام چلے گا۔ مدامت سے کام نہیں بنتا کہ امداد امداد امداد۔ تو جس طرح مکانات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ یا پورا انہدام یا مرمت۔ تو سارا کافرانہ نظام بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دینا ضروری ہے۔ اور اپنی طرف سے نہیں کہا شاہ ولی اللہ صاحب کا زمانہ اور گنگ زب سے کچھ بعد کا زمانہ ہے تو اگرچہ اسلامی اثرات باقی تھے مگر بہت کچھ تبدیلیاں اور خرابیاں بھی آگئی تھیں۔ تو شاہ صاحب نے علاج تجویز کیا کہ خلقِ کلے نظام ہر موجودہ غیر اسلامی نظام ختم کرانا ہے۔ اور یہ جو حکیم قدیم (شاہ ولی اللہ) تھے فرمایا تھا تو "مساثر" کے طبقہ کے حکیم یعنی اقبالؒ نے بھی یہی کہا اور فارسی نظم میں خدا سے مکالمہ کی صورت میں فرمایا کہ کافرانہ نظام سے مصالحت کریں یا نہیں؟

گفتا کہ جہاں نے آیا بہ تو می سازد

موجودہ جہاں تمہاری پسند ہے۔ یہ مغربی تہذیب، مغربی نظام، تمدن وغیرہ

گفتم کہ نہ سے سازد گفتند کہ برہم زند

تو انہدام کے اصول پر حکیم سابق اور حکیم لاحق یعنی شاہ ولی اللہ اور اقبال دونوں متفق ہو گئے۔

اور ان دونوں سے بہت پہلے ایک اور حکیم وقت نے بھی یہی کہا ہے

گفت ردی ہر بنائے کہنہ کا بادلان کند

تو نہ می بینی کہ آن بنیاں را دیران کند

اسلام کی آبادی کرو گے تو فرنگی عمارت ڈھانی ہوگی۔ تو مسئلہ صلح تو ختم ہوا کہ دیں کے معاملے میں

صلح نہیں ہو سکتا۔ اب عام "مساثر" کا طبقہ اعتراض کہتا ہے کہ مولوی تنگ نظر ہے۔ حالانکہ مولوی ہر

چیز میں وسیع النظر ہے، اتنا کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ لوگ، بے ہمتی کی وجہ سے ہندیا مولوی کے سر پر

پھینک دیتے ہیں، مولوی کہتا ہے زنا مت کرو۔ شراب مت پیو، تو یہ تنگ نظری نہیں۔ مولوی کہتا ہے

کہ آخرت کے عذاب اور عذابِ قبر کے علاوہ یہاں بھی ان بد اعمالیوں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے۔ اور

اس لئے کہتا ہے کہ شرابی اور زانی کچھ نہ کچھ احساس تو کریں اس کا۔ ایک دوست نے کہا کہ

مسلمانوں نے اپنی تاریخ میں سقاہت نہیں کھائی۔ میں نے کہا یہ تو مسلمان

نے شکست نہیں کھائی۔ ایک ہمارا رانی نے رانی (جنرل رانی) کو شکست دی۔ رانی ہمارے صدر کی کی مشورہ تھی۔ تو جو ملک شاہ شہید سے لیکر سینکڑوں من ٹون سے سینچا گیا تھا۔ اور حاصل کیا گیا تھا۔ اسے شراب اور عورت نے ڈبو دیا۔ تو کیا پھر بھی مولوی کی بات تنگ نظری ہے۔ مولوی کا پاؤں تو اتنا آزاد ہے کہ کسی مسٹر کا اتنا آزاد نہیں۔ بوٹ گر گا بی جوتے چل سب کچھ پہن سکتا ہے۔ مسٹر کا پاؤں سوٹ کے ساتھ بوٹ کے جیل خانہ میں بند ہوتا ہے۔ دوپٹی ٹوپی گول ٹوپی ہر قسم کی ٹوپی پہن سکتا ہے۔ پگڈنڈی بھی ہے، رد مال بھی باندھ لیتا ہے۔ اور اصل مسٹر وہ جو ہر وقت صرف ٹوپی پہنے رہے۔ تو ریپ کے نقالی کرنے والے کسی مسٹر کا سر آزاد نہیں پاؤں آزاد نہیں، جسم آزاد نہیں، ہیٹ یعنی ایک ٹکڑی نما ٹوپی ضروری ہے۔ مولوی کا پاخانہ آزاد ہے، مسٹر کا کموڈ میں بند ہے۔ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ خبردار لا تتحرک اور مولوی کی وسعتوں کا کوئی حد نہیں۔

الغرض اللہ نے حکم کا سرچشمہ اپنی ذات کو قرار دیا۔ ان الحكم الا الله کہہ کر تو حید فی العاکیت کا اعلان فرمایا قانون کے سلسلہ میں تین باتیں ہیں۔

۱۔ تعین - ۲۔ توضیح - ۳۔ توسیع۔ اصل قانون پھر اسکی وضاحت اور اسکی وسعت۔ اگر

قانون جب خدا کا حق ہے تو اسکی توضیح کا حق خدا اور اس کے نبی کا ہے یا مسٹر پرویز کا ہے۔

امام سید علی نے اتفاق میں لکھا ہے کہ حضورؐ نے کسی قانون کی جو بھی وضاحت فرمائی خدا کی

تفہیم اور اشارہ سے فرمائی۔ لتبتی للناس ما نزل الیہم اور ارشاد ہے۔ یتلوا علیہم

آیاتہ دیز کیہم ویعلمہم الکتاب والحکمۃ۔ اس طرح قانون کے دائرہ کی توسیع بھی الگ

چیز ہے۔ اور اصل قانون کا مطلب سمجھ میں آجائے یہ توضیح ہے احلّ اللہ البیع وحرم الربوا۔

تجارت اور سود کیا چیز ہے؟ ہر تجارت میں ربوا یعنی زیادت تو آتی ہے۔ پھر تجارت کون کرے گا۔ تو

یہاں تجارتی ربوا مراد ہے۔ یا خاص شکل ہے۔ تو حضورؐ نے اسکی تشریح فرمائی کہ الذہب بالذہب

والفضۃ بالفضۃ۔ انہ۔ اور توسیع کا مطلب یہ ہے کہ قیامت تک تم منصوص پر غیر منصوص احکام

و مسائل قیاس کر کے استنباط کرتے رہو۔ یہ بھی ثابت چیز ہے۔ اور ارشاد ہے۔

لعلہ الذین لیستنبطونہ منکم فاستلوا اہل الذکر ان کنتہم لا تعلمون

قرآن میں ہے الیوم اکملت لکم دینکم۔ اور مکمل تب ہو گا کہ توسیع کا دائرہ ہو کوئی پورے ہو گا۔ کہ

پہلی گاڑی نماز ہوگی یا نہیں ہوگی تو کس طرح؟ تو صحاح ستہ اور کنز العمال سارے پڑھ لو ریل گاڑی کا

ذکر نہیں ملے گا۔ تو ائمہ اجتہاد نے جیسا کہ بتلایا ہے پورے پورے ہو اور وہ حرکت کرے

اور آدمی اس میں سوار ہوتا تو بہتر یہ ہے کہ ریل اسٹیشن پر کھڑی ہو جائے تو نماز پڑھے ایسا موقعہ نہ ملے تو گاڑی میں رخ قبلہ ہو کر نماز شروع کرے پھر جس طرف گاڑی مڑے یہ قبلہ کی طرف مڑتا رہے۔ یہ دور کیفیتِ مادیات سے۔ یہ ضروری ہے فقہی مسئلہ یہ ہے۔ اور ہوائی جہاز میں ہماری تحقیق کے مطابق یہ ہے کہ جہاز اڑنے پر اترے تو نماز پڑھے، دورانِ پرواز نہ پڑھے، زمین پر استقرار اور قبلہ رخ ہونا ضروری ہے۔ مولانا عبدالحی مکی نے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ میں جب مدینہ منورہ پہنچا تو علماء کے درمیان اختلاف تھا کہ بحری جہاز میں نمازی قبلہ رخ ہو کر نماز شروع کر دے اور رفتار میں جہاز رخ تبدیل کر دے تو نمازی پرانے رخ پر قائم ہوگا۔ یا اپنا رخ نماز میں تبدیل کرے گا۔ حیران تھے مولانا آئے تو کہا جادو العالم الہندی۔ (ہندوستانی عالم آگئے)

مولانا عبدالحی فرماتے ہیں کہ پھر میں نے مسئلہ بتلایا، فتاویٰ تاتارغانیہ کے حوالہ سے۔ کہ یہ دور کیفیتِ مادیات سے۔ انہوں نے تسلیم کر لیا۔ خیر یہ تو فقہی بحث تھی۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ قانون کا سرچشمہ ذاتِ رب العالمین ہے۔ تو خدا بجاظ حکومت و قوت بھی یہ بات بڑا سکتا ہے۔ مگر صرف حکومت کے زور پر نہیں حکمت کے زور سے بھی اس کے مستحق ہیں کہ قانون صرف وہی بنائے۔ اس لئے کہ انسان کو انسان نے نہیں خدا نے بنایا ہے۔ اب تصرف بھی اسی کا حق ہے۔ اس لئے کہ اس کے اندرونی و بیرونی ضروریات اور تقاضوں سے صرف وہی واقف ہے۔ خالق کائنات کی علمِ حیاتِ انسانی کے تمام ادوار پر محیط ہے تو اسے ہی ضروریات معلوم ہیں دنیا کی زندگی کا الگ دور ہے۔ قبر برزخ کی زندگی اس کے بعد بعثت کا دور جہنم کا دور مختلف ادوار ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ ایک دور میں ایک چیز نافع ہو تو دوسرے دور میں بھی ایسا ہو یا ایک کو مفید ہو تو دوسرے کیلئے بھی مفید ہو تو قانون وہی بنا سکتا ہے جسے ہر دور کے ضروریات اور تقاضے معلوم ہوں۔ اور وہ صرف خدا کی ذات ہو سکتی ہے۔ انسانی قوانین میں یہ جامعیت ادا حالہ نہیں ہو سکتا۔ موسم کی مثال دیتا ہوں کہ بھلائی اور برسات کے مہینے میں کسی نے پوچھا کہ لہاس پہنا چاہئے پارلیمنٹ فیصلہ کرے کہ مل اور ویل۔ کہاں سونا مفید ہے، کہے باہر کیسا پانی پیا جائے۔ کہے برقاب۔ اب بھلائی کے بعد جنوری کا مہینہ آجائے تو ویل اور مل پہن کر باہر کھلے میدان میں سو جائے۔ برف کا پانی مانگے تو لوگ کہیں گے یہ تو احمق ہے۔ اس موسم کا قانون تو انگلیشی، پوسٹین، سویٹر گرم لباس ہے۔ گرمی میں سونا ہے۔ لیکن کسی نے اعتراض کیا تو کہے کہ پارلیمنٹ نے پاس کیا ہے۔ لوگ کہیں گے کہ حق وہ قوانین بھلائی کے ہیں جنہیں خدا نے بنایا ہے۔ جنوری میں اپنا تے ہو۔ دنیا

کے ماہرین یہی بے وقوفی اور حماقت دین کے احکام اور آخرت کے ساتھ کرتے ہیں۔

مثلاً کہا جاتا ہے کہ شراب دنیا میں خون پیدا کرتی ہے۔ اولاً تو یہ تسلیم نہیں۔ اگر صحیح بھی ہو تو کیا آخرت میں بھی اسکی یہی تاثیر ہوگی؟ نہیں بلکہ وہاں کے لئے تو یہ زہر جیسی تاثیر رکھتی ہے۔ موسم تبدیل ہو گیا دنیا میں اور موسم قریبی تبدیلی کی وجہ سے احکام متضاد بن جاتے ہیں۔ تو دنیا اور آخرت کی اتنی بڑی تبدیلی سے احکام نہ بدلیں گے جس کو تم مفید پاتے ہو وہ مضر ہوگا۔ یورپ شراب کی تحقیق پر جو کمیٹی مقرر ہوئی تو اس نے رپورٹ میں لکھا کہ شراب نوشی زندگی اور حافظہ دونوں کے لئے مضر ہے جس کا تجربہ یہ کیا گیا کہ کنیا کے دس بچے پائے گئے تو کو شراب پلائی گئی ایک کو نہیں۔ تو نو شرابی بچے پہلے مر گئے اور غیر شرابی بچے عمر دراز تک زندہ رہا۔ پھر دوسرا وی ذہن کے انسانی بچے لائے گئے۔ شراب نوشی سے قبل دونوں کا حافظہ برابر تھا۔ پھر ایک کو شراب پلائی گئی، دوسرے کو نہیں۔ پہلے بچے کو ایک صفحہ حفظ کرایا گیا۔ پھر سوا صفحہ، پھر ڈیڑھ پھر دو۔ بتدریج اس کے حافظے میں ترقی ہوتی رہی۔ شرابی بچے نے ایک صفحہ سے پون صفحہ پھر نصف صفحہ کی شروع کر دی۔ اس رپورٹ کے تحت امریکہ نے ۱۹۳۷ء سے شراب پر پابندی لگائی مگر جو چیز گھٹی میں شامل تھی وہ کب نکل سکتی تھی، اس لئے امریکہ کو کامیاب نہ ہونے دیا۔

خالق انسان کو یہ چیزیں معلوم تھیں، پہلے سے حرمت خمر کا قانون بتایا۔ حضرت علیؓ کا ایک قول جسے صاحب روح المعانی نے نقل کیا ہے کہ اگر کسی کنویں میں ایک قطرہ بھی شراب کا گر جائے اس کنویں کے کنارے پر جو منارہ بنا دیا جائے۔ اس پر اذان نہ دوں گا۔ اس کے مؤذن تک شراب کی خباثت پہنچ جائے گی جیسے ہمارے اس مسجد (مسجد دارالعلوم حقانیہ) کا یہ بڑا منارہ ہے۔ شراب کی نجاست اور بے ایمانی کا اثر اس اونچے سرے تک پہنچ جائے گا۔

جمہوریت — تو پہلی چیز علم محیط ہے، دوسری بات یہ کہ قانون بنانا ایک تصرف اور اختیار ہے تو کیا کسی دوسرے کے کھیت میں کسی دوسرے کا اختیار چل سکتا ہے؟ ہمارا یہ وجود اور یہ جسم خدا کا ہے۔ یا پارلیمنٹ کا۔ زمین خدا نے پیدا کی یا پارلیمنٹ کے ارکان نے۔ زمین ہوا، شمس و قمر خدا کے قبضہ حکومت میں ہیں۔ پارلیمنٹ بھی بلا فائدہ نہیں۔ اس کے لئے بھی چند چیزیں چھوڑیں جہاں خدا کا حکم آیا وہاں سب کا تسلیم غم ہوگا۔ اور بعض ایسی باتیں جو دائرہ منصوصات سے باہر ہیں مثلاً ہندوستان سے لڑائی کیسے کرو۔ اسلحہ ڈپو کس طرح سپلائی ہو، جنگ بندی کا معاہدہ کن شرائط پر ہو؟ راشن ڈپو کہاں کہاں قائم کئے جائیں؟ راشن ڈپو کس طرح سپلائی ہو، جنگ بندی کا معاہدہ کن شرائط پر ہو؟ راشن ڈپو کہاں کہاں قائم کئے جائیں؟ راشن ڈپو کس طرح سپلائی ہو، جنگ بندی کا معاہدہ کن شرائط پر ہو؟

اور تعمیر کی کیا صورت ہے۔ ان سب باتوں میں پارلیمنٹ سے مشورہ لیا جائے۔ ماہرین کی رائے لی جائے۔ یہاں مولوی بھی دعویٰ نہیں کر سکتے گا کہ مجھ سے پوچھا جائے۔ انہیں تو دین کا دعویٰ ہے۔ آج تو وزیر صحت وہ ہوتا ہے جو صحت کی صفات سے بے خبر ہو۔ وزیر تجارت وہ ہوتا ہے جو تجارت کے ابعاد سے واقف نہ ہو۔ حدیث میں ہے: کلمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد الناس مشورۃً لاصحابہ۔ مگر مشورہ کیسا ہونا چاہئے؟ علیایوں کا کافرانہ ملعون مشورہ نہیں کہ ہاتھ اٹھا دو۔ ایک طرف سات ہاتھ اٹھے دوسری طرف چھ سات نہ جو کہا وہ صحیح، دو دوسنے چار۔ اگر دوسری طرف دسٹ زیادہ ہوئے تو حقائق دسٹ سے بدل جاتے ہیں۔ لاسے تمہارا ہاتھ اوپر گیا یا دائیں یا بائیں۔ اس سے حقائق عالم کیسے بدل سکتے ہیں۔ ایک طرف چھ امام عزائی بھی ہوں مگر دوسری طرف سات خالص گدھے، تو گدھے جیت جائیں گے۔

برادران اسلام! دشادہ صرفی الامر کے تحت ابن کثیر نے نقل کیا ہے جو من حیث الروایۃ۔ حضورؐ نے شیخین (حضرت صدیقؓ و حضرت فاروقؓ) کو فرمایا: لو اختلفت علی امر ما اختلفتما۔ اور سب صحابہؓ ایک طرف اور تم دونوں کی رائے ایک طرف۔ تو تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔ تم دونوں کے دسٹ کے مقابل میں ہزار ہا ہزار دسٹوں کو ترجیح نہیں دوں گا۔ تم کیفیت کا لحاظ سے کمیت کا نہیں۔ کلائیوں کی گنتی پر نہیں عقل پر مدار ہے۔

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے۔ جس میں مردوں کو گنا کرتے ہیں تو لا نہیں کرتے۔ جمہوریت جو ہمارے مودودی صاحب کو بہت پسند ہے۔ اس میں کھوپڑیاں لگتے ہیں تو لگتے نہیں کہ اندھ بھوسہ ہے یا مغز۔ ایک صاحب جو آکسفورڈ سے نئی نئی ڈگری لے کر آئے تھے، مجھ سے پوچھا کہ جمہوریت کیا چیز ہے؟ تو میں نے جمہوریت کی حقیقت بتلا دی کہ:

”بہل کو علم پر اور بے عقلی کو عقل پر مسلط کرنا۔“

کہا، کیسے؟ میں نے کہا پہلے آپ سے پوچھتا ہوں کہ عقائد کی تعداد زیادہ ہے یا بے عقلوں کی، کہا بے عقلوں کی۔ پھر میں نے کہا کہ الیکشن میں فیصلے اکثریت پر ہوتے ہیں یا اقلیت پر، کہا، اکثریت پر۔ پھر جو وزیر یا صدر منتخب کیا گیا، تو بے عقلوں ہی کی رائے پر۔ تو کیا بے عقلی کو عقل پر مسلط نہ کیا گیا۔ خداوند کرم نے یہی حقیقت بیان فرمائی ہے جنہیں معلوم تھا کہ بیسویں صدی میں اکثریت پر فیصلے ہوں گے۔ فرمایا، ذالک الدین الھیم، لیکن اکثر الناس لا یعلمون۔ اکثریت کے فیصلے بہل پر، حماقت پر یہی وقت نہیں رہتا۔ (باقی آئندہ)